اسلامی حکومت کا قیام اور اس کے نفاذ کا عملی خاکہ

قسط نمبر۶

تحریر شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز علوی
حفظہ اللہ

مشورہ کا موقع اور محل:-

امام بخاریؒ ایک ترجمہ الباب قائم کرتے ہیں۔

"باب قول الله تعالی و امرهم شوری بینهم وشاورهم فی الامروان المشاورة قبل العزم والتبین لقوله تعالی (فاذا عزمت فتوكل علی الله) فاذا عزم الرسول صلی الله علیه وسلم لم یكن لبشر التقدم علی الله ورسوله وشاور النبی صلی الله علیه وسلم اصحابه یوم احد فی المقام والخروج فراوا له الخروج فلما لبس لامته وعزم قالوا اقم فلم یمل الیهم بعد العزم وقال لاینبغی لنبی یلبس لامته فیضعها حتی یحكم الله وشاور علیا واسامة فیما رمی به اهل الافك عائشة حتی نزل القرآن فجلد الرامین ولم یلتفت الی تنازعهم ولكن حكم بما امره الله"

اللہ کا فرمان ہے مسلمان معاملات باہمی مشورہ سے طے کرتے ہیں اور حضور اکرمؐ سے فرمایا ان سے مشورہ لیجئے اور مشورہ کا موقعہ و محل پختہ ارادہ اور معاملہ کی حقیقت کے واضح سے پہلے پہلے ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جب پختہ ارادہ کرلو تو پھر اللہ پر بھروسہ کرو' اس لئے رسولؐ کے عزم کے بعد کسی انسان کے لئے اس بات کی گنجائش نہیں کہ وہ آگے بڑھ کر اللہ اور

رسول ﷺ کو مشورہ دے۔ حضور اکرم ﷺ نے جنگ احد کے موقعہ پر اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ مدینہ کے اندر رہ کر لڑا جائے۔ یا باہر نکل کر اکثر کا مشورہ تھا کہ نکل کر مقابلہ کیا جائے۔ آپ باہر نکلنے کے ارادہ سے زرہ پہن کر تشریف لائے۔ تو کہنے لگے اندر رہ کر لڑ لیجئے۔ تو آپ نے عزم کرنے کے بعد ان کی رائے قبول نہیں فرمائی۔ اور فرمایا کسی نبی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اسلحہ پہن کر، اللہ کے فیصلہ سے پہلے اسے اتار دے۔ اور آپ نے حضرت عائشہؓ پر تہمت کے سلسلہ میں حضرت علیؓ اور اسامہ سے مشورہ فرمایا۔ دونوں کی بات سنی جب قرآنی حکم نازل ہو گیا تو آپ نے الزام تراشی کرنے والوں کو حد لگائی اور اس سلسلہ میں صحابہ کرام کے باہمی اختلافات جو اوس و خزرجی سرداروں کے اختلاف کی بنا پر رونما ہو گیا تھا کو کوئی اہمیت نہیں دی بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو نافذ فرمایا۔

مجلس شوریٰ کے ارکان کی صفات:۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ واذاجاء هم امرمن الامن اوالخوف اذاعوا به ولوردوه الى الرسول والى اولى الامرمنهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم (پ۵ سورۃ نساء آیت نمبر ۸۳) اور جب ان کو امن یا خطرے کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو وہ اسے پھیلا دیتے ہیں اور وہ اگر اس کو رسول اور اپنے اہل حل وعقد کے سامنے پیش کرتے تو اس کو وہ لوگ جو استنباط کا ملکہ رکھتے ہیں ٹھیک طور پر سمجھ لیتے۔

اس آیت میں جن لوگوں کے سامنے معاملات پیش کئے جانے چاہئیں۔ ان کی دو صفتیں بیان کی گئیں ہیں۔ پہلی کہ وہ مسلمانوں کے "اولو الامر" ہوں ان کے سربراہ کار ہوں دوسری یہ کہ وہ اہل استنباط ہوں یعنی معاملات کی سوجھ بوجھ اور دینی وسیاسی بصیرت رکھنے والے ہوں اولی الامر کا مصداق حضرت ابن عباس، مجاہد اور حسن بصری وغیرھم نے علماء وفقہاء کو قرار دیا ہے۔ کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے نائب ہیں اور نظام دین ان کے ہاتھ میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ اور بعض دوسرے مفسرین نے اس کا مصداق حکام اور امراء کو قرار دیا ہے۔ جن کے ہاتھ میں نظام حکومت ہے۔

حافظ ابن کثیر اور علامہ پانی پتی نے اس کا مصداق دونوں طبقوں کو قرار دیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ اذا کان امراؤ کم خیار کم واغنیائکم سمحاء کم و امرکم شوری بینکم فظھر الارض خیرلکم من بطنھا واذا کان امراؤ کم شرارکم واغنیاء کم بخلاؤکم واموالکم الی النساء فبطن الارض خیرلکم من ظھرھا۔

جب تمہارے حکام تم میں سے بہترین آدمی ہوں گے اور تمہارے مالدار سخی ہوں گے اور تمہارے معاملات آپس میں مشورہ سے طے ہوں گے۔ تو زمین کے اوپر رہنا تمہارے لئے بہتر ہوگا اور جب تمہارے حکام بدترین افراد ہوں گے اور تمہارے مالدار بخیل ہوں گے اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں گے تو زمین کے اندر دفن ہوجانا تمہارے زندہ رہنے سے بہتر ہوگا۔

اس حدیث میں آپ نے خیار کی قید لگائی کہ معاملات امت کے بہترین افراد کے سپرد ہونے چاہئیں۔ اس شرط کو نظرانداز کرنے کے بھیانک نتائج آج ساری دنیا میں سر کی آنکھوں سے دیکھے جاسکتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں آگے آئے گا کہ وہ مشورہ کے لئے مسلمانوں کے سرداروں اور ان کے اخیار کو بلاتے تھے۔

امام بخاری مذکورہ بالا ترجمۃ الباب میں حضرت عمرؓ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"کان القراء اصحاب مشورۃ عمر کھولا کانوا اوشبانا"

حضرت عمر ماہرین قرآن سے مشورہ لیتے تھے وہ خواہ سن رسیدہ ہوں یا جوان ہوں۔

امام بخاری لکھتے ہیں وکانت الائمۃ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم یستشیرون الامناء من اھل العلم فی الامور المباحۃ لیاخذوا باسھلھا۔ فاذا وضح الکتاب والسنۃ لم یتعدوہ الی غیرہ اقتداء بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم حضور اکرمؐ کے بعد حکمران دیانتدار، قابل اعتماد اہل علم سے مشورہ کے لائق مباح کاموں میں مشورہ لیتے تھے۔ تاکہ آسان اور سہل طریقہ کو اپنایا جائے۔ اگر معاملہ کتاب وسنت میں واضح طور پر

موجود ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے کتاب وسنت کی وضاحت کو نظرانداز نہیں کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عزم کے مفہوم ومقصد کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا۔ "مشاورة اهل الرای ثم اتباعهم" اصحاب رائے سے مشورہ کرکے اس کی پیروی کرنا۔

امام قرطبی:۔ امام ابن خریز منداء سے نقل کرتے ہیں "واجب علی الولاة مشاورة العلماء فیما لا یعلمون وما اشکل علیهم من امور الدین ووجوه الجیش فیما یتعلق بالحرب ووجوه الناس فیما یتعلق بالمصالح و وجوه الکتاب والوزراء والعمال فیما یتعلق بمصالح العباد وعمارتها"۔ حکمرانوں پر لازم ہے کہ جن دینی امور کا انہیں علم نہ ہو یا ان کے بارے میں اشکال ہو تو وہ علمائے دین سے مشورہ کریں جنگی معاملات میں قائدین لشکر سے مشورہ کریں اور عام فلاح وبہبود کے کاموں میں لوگوں کے سرداروں سے مشورہ کریں اور ملک کی تعمیر وترقی کے سلسلہ میں سیکرٹریوں، وزیروں اور عہدیداروں سے مشورہ کریں۔

اور بقول دکتور وهبه الزحیلی خلاصہ کلام یہ ہے کہ اهل الشوری هم اهل الاراء من الناس والمتدربون فیهم اذ لا یعقل ولا یمکن مشاورة کل واحد من الناس ففی امور الدین یجب ان یکون المستشار عالما دینیا و فی امور الدنیا ان یکون عاقلا مجربا وادا فی المستشیر اہل شوری لوگوں میں سے اہل فکر ونظر اور تجربہ کار، گرم سرد چشیدہ لوگ ہوں گے کیونکہ یہ نہ تو معقول بات ہے اور نہ ہی ممکن کہ ہر انسان سے مشورہ لیا جائے دینی امور میں ضروری ہے کہ مشیر عالم دین ہو اور دنیوی میں عقلمند، تجربہ کار اور حکمران کا ہمدرد وخیر خواہ ہو۔

دور نبوی میں مشورۃ :-

حضرت ابو ہریرۃؓ بیان کرتے ہیں۔ "ما رایت احدا کان اکثر مشورۃ لاصحابہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم" میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اپنے ساتھیوں سے مشورہ لیتے رہنے والا کبھی کوئی شخص نہیں دیکھا۔

اب جنگ بدر کے موقعہ پر آغاز میں حضور اکرم ﷺ قافلہ قریش پر حملہ کرنے کے لئے نکلے تھے۔ وادی زفران سے گزر رہے تھے کہ پتہ چلا مکی لشکر آرہا ہے حالات کی اس اچانک اور پرخطر تبدیلی کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعلیٰ فوجی شوریٰ منعقد کی۔ جس میں درپیش صورتحال کا تذکرہ فرمایا۔ اور کمانڈروں اور عام فوجیوں سے مشورہ کیا۔ قائدین لشکر میں سے حضرت ابوبکر اٹھے اور نہایت حوصلہ افزاء بات کہی۔ پھر حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور نہایت عمدہ بات کہی۔ پھر حضرت مقداد بن عمروؓ اٹھے اور بولے "اے اللہ کے رسولؐ ! اللہ نے آپ کو جو راہ دکھلائی ہے اس پر رواں دواں رہئے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں بنو اسرائیل کی طرح یہ نہیں کہیں گے۔ "اذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون" تم اور تمہارا رب جاؤ اور لڑو ہم یہیں بیٹھے ہیں۔

یہ تینوں کمانڈر مہاجرین تھے انصاری رائے ابھی سامنے نہیں آئی تھی اسلئے آپ نے مسرت وشادمانی کے اظہار کے باوجود فرمایا لوگو مجھے مشورہ دو، انصار کے کمانڈر اور علمبردار حضرت سعد بن معاذؓ نے آپکا مقصد بھانپ لیا اور بولے حضور شائد آپ کو یہ اندیشہ ہے کہ انصار اپنا فرض صرف یہ سمجھتے ہیں کہ مدینہ کے اندر آپکی حفاظت ونصرت کریں میں انصار کی طرف سے بول رہا ہوں۔ آپ جہاں چاہیں تشریف لے چلیں جس سے چاہیں تعلق استوار کریں اور جس سے چاہیں تعلق کاٹ لیں ہمارے مال میں سے جو چاہیں لے لیں اور جو چاہیں چھوڑ دیں۔ جو آپ لے لیں گے وہ ہمارے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ ہوگا جسے آپ چھوڑیں گے اور اس معاملہ میں آپ کا جو بھی فیصلہ ہوگا ہمارا فیصلہ اسکے تابع ہوگا۔ اللہ کی قسم اگر آپ پیش قدمی کرتے ہوئے برک غماد تک جائیں تو ہم بھی آپکے ساتھ ساتھ چلیں گے اور اگر آپ ہمیں لے کر اس سمندر میں کودنا چاہئیں تو ہم اس میں بھی پیچھے نہیں رہیں گے۔

۱)۔۔ حضر سعد کی بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نشاط طاری ہو گئی اور آپ نے مسرت کا اظہار فرمایا اور لوگوں سے فرمایا چلو اور خوشی خوشی چلو' اللہ نے مجھے دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس وقت گویا میں قوم کی قتل گاہیں دیکھ رہا ہوں۔ (الرحیق المختوم)

۲)۔۔ آپ نے بدر کے قریب ترین چشمے پر نزول فرمایا۔ حضرت حباب بن منذر نے ایک ماہر فوجی کی حیثیت سے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ کیا اس مقام پر آپ اللہ کے حکم سے نازل ہوئے ہیں تو پھر ہمارے لئے اس سے آگے پیچھے ہٹنے کی گنجائش نہیں یا آپ نے اسے محض ایک جنگی حکمت عملی کے طور پر پسند فرمایا ہے آپ نے فرمایا یہ محض ایک جنگی حکمت عملی کے طور پر ہے تو انہوں نے عرض کی یہ مناسب جگہ نہیں ہے۔ آپ آگے تشریف لے چلیں اور قریش کے سب سے قریب چشمہ پر پڑاؤ ڈالیں۔ پھر ہم بقیہ چشمے پاٹ دیں گے اور اپنے چشمے پر حوض بنا کر پانی بھر لیں گے اس کے بعد ہم قریش سے جنگ کریں گے تو ہم پانی پیتے رہیں گے اور انہیں پانی نہ ملے گا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تم نے بہت ٹھیک مشورہ دیا۔ اسکے بعد آپ لشکر سمیت اٹھے اور کوئی آدھی رات گئے دشمن کے سب سے قریب ترین چشمہ پر پہنچ کر پڑاؤ ڈال دیا۔ صحابہ کرام نے حوض بنایا اور باقی تمام چشموں کو بند کر دیا (الرحیق المختوم)

(۳) جنگ احد کے سلسلہ میں مشورۃ کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔

(۴) جنگ احزاب کے سلسلہ میں جب آپ کو مختلف قبائل کے پروگرام کی اطلاع ملی تو آپ نے ہائی کمان کی مجلس شوری منعقد کی اور دفاعی منصوبے پر صلاح مشورہ کیا۔ قائدین اہل شوریٰ نے غور و خوض کے بعد حضرت سلمان فارسیؓ کی ایک تجویز متفقہ طور پر منظور کی۔ اور اس تجویز کے مطابق خندق کھودی گئی۔

(۵) غزوہ احزاب کے موقع پر آپ نے بنو غطفان کے دونوں سرداروں عینیہ بن حصن اور حارث بن عوف سے مدینے کی ایک تہائی پیداوار پر مصالحت کرنے کا ارادہ فرمایا تاکہ یہ دونوں سردار اپنے اپنے قبیلے کو واپس لے جائیں اور مسلمان تنہا قریش پر ضرب کاری لگانے کے لئے فارغ ہو جائیں۔ اس تجویز پر کچھ گفت و شنید بھی ہوئی۔ معاہدے کے لئے ایک مسودہ بھی قلم بند کیا

گیا۔ مگر جب آپ نے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادۃ سے جو خزرج اور اوس کے سردار تھے اس تجویز کے بارے میں مشورہ کیا تو دونوں نے بیک زبان عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا تب تو بلا چون وچرا تسلیم ہے اور اگر محض آپ ہماری خاطر ایسا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس کی ضرورت نہیں تو آپ نے ان کی تجویز اور رائے قبول فرمائی اور معاہدے کا مسودہ چاک کرا دیا۔

(۶) واقعہ افک کے سلسلہ میں آپ نے حضرت علیؓ اور حضرت اسامہؓ سے مشورہ فرمایا۔

اس کے بعد خطبہ دیا اور اس میں فرمایا تشیرون علی تم مجھے کیا مشورہ دیتے ہو۔ صحابہ کرام میں اختلاف پیدا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیات نازل ہوئیں تو آپ نے اختلاف کو نظرانداز کرتے ہوئے اللہ کے حکم پر عمل فرمایا۔

یہ چند واقعات بطور مثال بیان کئے گئے ہیں تاکہ یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ حضور اکرم ﷺ اہم معاملات میں صحابہ کرام سے صرف مشورہ ہی نہیں لیتے تھے بلکہ اس پر عمل بھی فرماتے تھے۔

شوریٰ صحابہ اور خلفائے راشدین:۔

نبی اکرم ﷺ کے بعد جب خلفائے راشدین کا دور آیا تو انہوں نے بھی قرآن وحدیث اور اسوہ حسنہ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے خلیفہ کا انتخاب مشورہ سے کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت عمرؓ کے آخری حج کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عمرؓ سے کہا "یا امیرالمومنین هل لك فی فلان یقول لو قدمات عمر لقد بایعت فلانا فواللہ ما کان بیعة ابی بکر الا فلتة فتمت فغضب عمرؓ ثم قال انی ان شاء اللہ لقائم العشیة فی الناس فمحذرهم هٰؤلاء الذین یریدون ان یغصبوهم امورهم حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں میں نے عرض کیا فامهل حتی تقدم المدینة فانها دار الهجرة والسنة فتخلص باهل الفقه واشراف الناس حضرت عمرؓ نے مدینہ واپس آکر خطبہ دیا۔ جس میں

دوسری باتوں کے علاوہ فرمایا۔ انہ بلغنی ان قائلا منکم یقول واللہ لو مات عمر بایعت فلانا فلا یفترن امرء ان یقول انما کانت بیعۃ ابی بکر فلتۃ و تمت الا وانھا قد کانت کذالک ولکن اللہ وقی شرھا ولیس منکم من تقطع الاعناق الیہ مثل ابی بکر من بایع رجلا عن غیر مشورۃ من المسلمین فلا یتابع ھو ولا الذی تابعہ تغرۃ ان یقتلا (بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۹)

اے امیر المومنین کیا فلاں آدمی سے آپ تعرض کریں گے۔ اس کا کہنا ہے کہ جب عمر فوت ہو جائیں گے۔ تو میں فلاں کی بیعت کرلوں گا۔ اللہ کی قسم ابوبکر کی بیعت بھی اچانک ہوئی تھی۔ اور وہ پایہ تکمیل کو پہنچ گئی۔ حضرت عمرؓ ناراض ہو کر بولے میں ان شاء اللہ آج شام لوگوں کو خطاب کروں گا۔

اور انہیں ان لوگوں سے ڈراؤں گا۔ جو ان کے معاملات کو غصب کرنا چاہتے ہیں حضرت عبدالرحمٰن نے عرض کی آپ انتظار فرمائیں۔ مدینہ جا کر جو مہاجرین اور سنت کا گھر ہے سوجھ بوجھ کے مالک اور لوگوں کے سرداروں سے بات کریں۔ مدینہ آکر حضرت عمر نے خطبہ دیا۔ اور آخر میں فرمایا مجھے یہ بات پہنچی ہے۔ تم سے کسی کا یہ خیال ہے کہ عمر فوت ہو جائیں گے تو میں فلاں کی بیعت کرلوں گا۔ کسی انسان کو اس سے دھوکے کا شکار نہیں ہونا چاہئے کہ ابوبکر کی بیعت اچانک ہوئی تھی اور کامیاب رہی تھی وہ واقعی ایسے ہی ہوئی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے محفوظ رکھا۔ لیکن تم میں آج ابوبکر جیسا کوئی نہیں۔ جس کی خاطر لوگ دوسروں کو نظر انداز کر دیں۔ جو مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر کسی کی بیعت کرے گا۔ کوئی بھی اس خطرہ کی بنا پر ان دونوں کا ساتھ نہیں دے گا۔ کہ ان دونوں کو قتل کر دیا جائے گا۔

اس کے بعد حضرت عمر نے تفصیلا وہ حالات بیان فرمائے۔ جو بیعت ابوبکر کے سلسلہ میں پیش آئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ اسلام میں پہلے خلیفہ ہیں مسلمانوں کے مشورہ اور بیعت عامہ کے بعد خلیفہ بنے اور خلیفہ بننے کے بعد انہوں نے ان تمام معاملات کا فیصلہ، جن کے بارے میں کتاب وسنت میں کوئی واضح ہدایت موجود نہیں تھی۔ ان لوگوں کے مشورہ سے کیا جو

مسلمانوں کے معتمد لیڈر تھے اور علم و دیانت کے اعتبار سے لوگوں میں برتر اور فائق تصور کئے جاتے تھے سنن دارمی میں حضرت میمون بن مہران کی روایت میں ان کے طرز عمل کی تصویر یوں کھینچی گئی ہے۔

كان ابوبكر اذاورد عليه الخصم نظرفي كتاب الله فان وجدفيه مايقضي بينهم قضى به وان لم يكن في الكتاب وعلم من رسول الله صلى الله عليه وسلم في ذالك الامرسنة قضى به فان اعياه خرج فسئل المسلمين وقال اتاني كذاوكذافهل علمتم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قضى في ذالك بقضاء فربما اجتمع اليه النفر كلهم يذكرمن رسول الله صلى الله عليه وسلم فيه قضاء فيقول ابوبكرؓ الحمدلله الذي جعل فينا من يحفظ على نبينا فان اعياه ان يجدفيه سنة من رسول الله صلى الله عليه وسلم جمع رؤوس الناس وخيارهم فاستشارهم۔ فاذا اجتمع رايهم على امرقضى به (سنن دارمی جلد ا صفحہ ۵۳۔۵۲)

حضرت ابوبکرؓ پر جب کوئی فریق معاملہ مقدمہ لاتا تو اسکے بارے میں کتاب اللہ پر غور کرتے اگر اس میں ایسی کوئی چیز مل جاتی جس سے انکے معاملہ کا فیصلہ ہو سکتا ہے تو اسکے مطابق فیصلہ کر دیتے۔ اگر کتاب اللہ میں انکو اس مقدمہ کے متعلق کوئی چیز نہ ملتی اور رسول ﷺ کی سنت میں کوئی چیز مل جاتی تو پھر اسکے مطابق فیصلہ کر دیتے ہیں لیکن اگر رسول ﷺ کی سنت میں کوئی چیز نہ ملتی۔ تو باہر آکر مسلمانوں سے پوچھتے کہ میرے سامنے اس اس طرح کا مقدمہ آیا ہے کیا کسی شخص کے علم میں رسول ﷺ کا کوئی ایسا فیصلہ ہے جو اس قسم کے معاملہ سے متعلق ہو۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ آپ کے پاس متعدد ایسے اشخاص جمع ہو جاتے جو اس قسم کے معاملے سے متعلق رسول ﷺ کا فیصلہ بیان کرتے۔ ایسی صورت میں حضرت ابوبکرؓ اس بات

پر اللہ کا شکریہ ادا کرتے کہ امت کے اندر ایسے لوگ موجود ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی سنت محفوظ کئے ہوئے ہیں۔ اگر اس معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کی سنت پانے سے عاجز آجاتے۔ تو پھر لوگوں کے سرداروں اور بہترین لوگوں کو جمع کرکے ان سے مشورہ لیتے جب وہ کسی رائے پر متفق ہو جاتے تو اس کے مطابق فیصلہ کردیتے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ میں لکھتے ہیں۔

کان من سیرۃ عمرؓ انہ کان یشاور الصحابۃ ویناظرھم حتی تنکشف الغمۃ وتاتیہ الثلج (صفحہ ۱۳۲) حضرت عمر کا رویہ یہ تھا کہ وہ معاملات میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرتے اور ان سے بحث ومباحثہ کرتے یہاں تک کہ الجھن دور ہو جاتی اور دل پوری طرح مطمئن ہو جاتا۔ حضرت عمرؓ کے دور میں مشورہ کا نظام کس حد تک ترقی کرگیا تھا۔ اس کی تفصیل مولانا شبلی نعمانی نے اپنی مشہور تصنیف الفاروق میں نہایت عمدہ طریقہ سے پیش کی ہے۔ جس کا ماحصل اور خلاصہ پیش خدمت ہے علامہ مرحوم رقمطراز ہیں۔

ان سب میں اصل الاصول مجلس شوریٰ کا انعقاد تھا یعنی جب کوئی انتظام پیش آتا تھا تو ہمیشہ ارباب شوریٰ کی مجلس منعقد ہوتی تھی اور کوئی امر بغیر مشورے اور کثرت رائے کے عمل میں نہیں آسکتا تھا تمام جماعت اسلام میں اس وقت دو گروہ کل قوم کے پیشوا تھے جن کو تمام عرب نے اپنا قائد تسلیم کرلیا تھا۔

مجلس شوریٰ کے ارکان اور اسکے انعقاد کا طریقہ:

انصار دو قبیلوں میں منقسم تھے اوس اور خزرج۔ چنانچہ ان دونوں کا مجلس میں شریک ہونا ضروری تھا مجلس شوریٰ کے معلوم ارکان کے نام یہ ہیں حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت معاذ بن عوف، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اجمعین۔ مجلس کے انعقاد کا یہ طریقہ تھا کہ ایک منادی اعلان کرتا "الصلوۃ جامعۃ" نماز کے لئے جمع ہو جائیں جب لوگ جمع

ہو جاتے۔ تو حضرت عمرؓ مسجد نبوی میں جا کر دو رکعت نماز پڑھتے تھے نماز کے بعد منبر پر چڑھ کر خطبہ دیتے تھے اور بحث طلب امر پیش کیا جاتا تھا۔ (الفاروق ص ۲۸۴)

مجلس شوریٰ کے جلسے:۔ معمولی اور روزمرہ کے کاروبار میں اس مجلس کے جلسے کافی سمجھتے جاتے تھے۔ لیکن جب کوئی اہم امر پیش آتا۔ تو مہاجرین اور انصار کا اجلاس عام بلایا جاتا۔ اور سب کے اتفاق سے وہ امر طے پاتا۔ مثلاً عراق وشام کے فتح ہونے کے بعد بعض صحابہ نے اصرار کیا کہ تمام مفتوح مقامات فوج کی جاگیریں میں دے دیئے جائیں۔ تو بہت بڑی مجلس منعقد کی گئی جس میں تمام قدمائے مہاجرین اور انصار کے عام لوگوں کے علاوہ انصار کے دس سردار جو قوم میں ممتاز تھے پانچ اوس سے پانچ خزرج کے شریک ہوئے یہ اجلاس کئی دن تک جاری رہا اور لوگوں نے نہایت آزادی وبیباکی سے تقریریں کیں۔ اس موقعہ پر حضرت عمر نے جو تقریر کی علامہ شبلی نے کتاب الخراج قاضی ابو یوسف نے اس کے جستہ جستہ فقرے نقل کئے ہیں حضرت عمر نے فرمایا۔ "انی لم ازعجکم الا لان تشرکوا فی امانتی فیما حملت من امورکم فانی واحد کاحدکم ولست اریدان یتبعوا ھذا الذی ھوای" میں نے تمہیں صرف اس لئے تکلیف دی ہے کہ تمہارے معاملات کی نگرانی کی جو ذمہ داری میرے سپرد کی گئی ہے آپ بھی اس میں شریک ہوں میں تمہارے جیسا ہی ایک فرد ہوں اور میں نہیں چاہتا۔ کہ لوگ میری خواہش کی پیروی کریں۔

۲۱ھ میں جب نھاوند کا سخت معرکہ پیش آیا اور عجمیوں نے زبردست تیاری کی۔ لوگوں کے نزدیک خلیفہ وقت کا خود تشریف لے جانا ضروری ٹھہرا۔ مجلس شوریٰ منعقد کی گئی۔ جس میں حضرت عثمان، طلحہ بن عبداللہ، زبیر بن عوام، عبدالرحمٰن بن عوف وغیرھم نے تقریریں کیں اور رائے دی کہ خلیفہ کا خود جنگ کے لئے جانا مناسب نہیں۔ پھر حضرت علی نے ان حضرات کی تائید میں تقریر کی۔ غرض کثرت رائے سے یہ فیصلہ ہوا کہ حضرت عمر موقع جنگ پر نہ جائیں۔ اس طرح فوج کی تنخواہ، دفتر کی ترتیب، عمال کا تقرر، غیر قوموں کو تجارت کی آزادی اور ان پر محصول کی تشخیص۔ اس قسم کے بہت سے معاملات کی نسبت تاریخوں میں

صراحتہ موجود ہے کہ مجلس شوریٰ میں پیش ہوتے اور ارکان مجلس ان کے بارے میں اپنی آراء پیش کرتے۔

مجلس شوریٰ کا انعقاد اور اہل الرائے کا مشورہ محض لوگوں کی دلجوائی کے لئے نہ ہوتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے مختلف موقعوں پر صاف صاف فرمایا کہ "لا خلافة الا عن مشورة" مشورے کے بغیر خلافت جائز ہی نہیں۔

روزانہ کی مخصوص مجلس:-

مجلس شوریٰ کا اجلاس اکثر خاص خاص ضرورتوں کے تحت منعقد ہوتا۔ لیکن اس کے علاوہ ایک اور مجلس تھی جہاں روزانہ انتظامات اور ضروریات پر گفتگو ہوتی۔ یہ مجلس ہمیشہ مسجد نبوی میں منعقد ہوتی۔ اور اس میں صرف مہاجرین شریک ہوتے۔ صوبہ جات اور اضلاع کی روزانہ خبریں جو دربار خلافت میں پہنچتیں۔ حضرت عمرؓ ان کو اس مجلس میں پیش کرتے۔ اور کوئی بحث طلب امر ہوتا تو اس میں رائے طلب کرتے مجوسیوں پر جزیہ مقرر کرنے کا مسئلہ پہلے اس مجلس میں پیش ہوا۔ مورخ بلاذری نے لکھا ہے "كان للمهاجرين مجلس فى المسجد فكان عمر يجلس معهم فيه ويحدثهم عماينتهى اليه من امور الافاق فقال يوما مادرى كيف اصنع بالمجوس "مہاجرین کی مسجد میں ایک مجلس ہوتی تھی حضرت عمرؓ ان کے ساتھ اس میں بیٹھا کرتے تھے مختلف اطراف سے جو معاملات ان تک پہنچتے ان کے بارے میں ان سے بات چیت کیا کرتے تھے ایک دن فرمانے لگے میں نہیں سمجھتا کہ میں مجوس کیساتھ کیا معاملہ اختیار کروں۔

مشورہ میں عام رعایا کی شرکت:-

مجلس شوریٰ کے ارکان کے علاوہ عام رعایا کو انتظامی امور میں شرکت کا موقع فراہم کرتے۔ صوبہ جات اور اضلاع کے حاکم اکثر رعایا کی مرضی سے مقرر کرتے بلکہ بعض بالکل انتخاب کا طریقہ عمل میں آتا۔ کوفہ بصرہ اور شام میں عمال مقرر کرنے کے سلسلہ میں علامہ شبلی کتاب الخراج ۶۴ کے حوالہ سے لکھتے ہیں حضرت عمر نے ان تینوں صوبوں میں

احکام بھیجے کہ ان کے لوگ اپنی اپنی پسند سے ایک ایک شخص کا انتخاب کریں جو ان کے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ دیانت دار اور قابل ہو، چنانچہ کوفہ سے عثمان بن فرقد، بصرہ سے حجاج بن علاط اور شام سے معن بن یزید کو لوگوں نے منتخب کیا۔ حضرت عمرؓ نے انہیں کو ان مقامات کا حاکم مقرر کیا۔ قاضی ابو یوسف لکھتے ہیں۔ "کتب عمر بن الخطابؓ الی اھل الکوفۃ یبعثون الیہ رجلا من اخیرھم و اصلحھم و الی اھل البصرۃ کذالک و الی اھل الشام کذالک فبعث الیہ اھل الکوفۃ عثمان بن فرقد و بعث الیہ اہل الشام معن بن یزید و بعث الیہ اہل البصرۃ الحجاج بن علاط کلھم سلمیون فاستعمل کل واحد منھم علی خراج ارضہ" حضرت عمر نے اہل کوفہ کو لکھا اپنے میں سے بہترین اور باصلاحیت ایک شخص ان کے پاس بھیجیں اہل شام اور اہل بصرۃ کو بھی یہی لکھا۔ کوفیوں نے عثمان بن فرقد کو ان کے پاس بھیجا۔ اہل شام نے ان کے پاس معن بن یزید کو بھیجا اور بصریوں نے ان کی طرف حجاج بن علاط کو بھیجا سب سلمی تھے ان کو اپنے اپنے علاقہ کی زمین کے خراج کی وصولی کے لئے عامل مقرر کیا۔ (الفاروق ۲۸۵۔۲۸۸)

مشورۃ کی حیثیت:۔

فقہاء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ حاکم کے لئے مشورہ کی پابندی لازم ہے یا اختیاری چیز ہے۔ ایک جماعت کا نظریہ یہ ہے۔ کہ جن امور کے بارے میں وحی نازل نہیں ہوتی۔ ان کے بارے میں مشورہ کرنا محض لوگوں کی حوصلہ افزائی عزت افزائی تسکین قلب اور دین پر مجتمع کرنے کے لئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "فاذا عزمت فتوکل علی اللہ" جب عزم کر لو تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔ اور حاکم کا عزم اپنی صوابدید اور رائے کے مطابق بھی ہو سکتا ہے اور اہل شوریٰ کی رائے کے مطابق بھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے جب اہل الردۃ یعنی مرتدوں سے جنگ کے بارے میں صحابہ کرام سے مشورہ لیا تو اکثریت کی رائے بشمول حضرت عمرؓ کہ ان سے جنگ نہ کی جائے۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ نے اپنی رائے پر اصرار کیا اور مانعین زکوۃ سے جنگ کا حکم صادر فرمایا۔ اس طرح لشکر اسامہ کے بارے میں اکثریت کا فیصلہ نظر انداز کر کے لشکر اسامہ کو

روانہ فرمایا۔ دوسرے گروہ کے نزدیک اہل حل وعقد کی اکثریت کے مشورہ کی پابندی ضروری ہے قرآنی حکم کا یہی تقاضا ہے اور حضور اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کا طرز عمل یہی تھا۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۶ ص ۱۵۷۔ ۱۱۷)

دکتور وہبہ الزحیلی نے یہ دونوں نظریات پیش کرنے کے بعد اکثر مفسرین کی رائے یہ نقل کی ہے کہ حاکم مشورہ کرنے اور اکثریت کی رائے پر عمل کرنے کا پابند ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی نے اسلامی ریاست میں دوسرے فریق کے حق میں دلائل پیش کئے اور فریق اول کی دلیل کا جواب دیا ہے۔ اس لئے میں ان کی عبارت نقل کرکے مضمون ختم کرتا ہوں۔ اصلاحی صاحب لکھتے ہیں۔

اس امر میں ذرا شبہ نہیں ہے کہ اگر کسی معاملہ میں خلیفہ کو یقین ہو کہ جو کچھ وہ سمجھ رہا ہے وہی صحیح ہے اس کے خلاف راہ اختیار کرنے میں بڑا خطرہ ہے تو وہ اپنے یقین کی بنا پر اپنی رائے پر اصرار کرسکتا ہے لیکن خلیفہ کو یہ بات ملحوظ رکھنی پڑتی ہے کہ وہ کوئی معصوم ہستی نہیں ہے اس وجہ سے اجتہادی اور مصلحتی امور میں اس کو دوسرے اھل الرائے کے مقابلہ میں اپنے یقین اور اپنی رائے کو اس درجہ اہمیت دینے اور اس کے مانے جانے پر اصرار کرنے کا حق نہیں ہے کہ وہ اپنی تنہا رائے کے مقابلہ میں دوسرے اھل الرائے کی متفقہ رائے یا ان کی اکثریت کی رائے کو رد کردے۔ اگر ایک امر اجتہادی میں کوئی خلیفہ اپنے یقین کو اس درجہ شک وشبہ سے بالاتر سمجھتا ہے۔ تو دوسرے الفاظ میں اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے آپ کو ایک معصوم ہستی سمجھتا ہے خلیفہ کے لئے مجلس شوریٰ کی اکثریت کے فیصلوں کی پابندی ضروری ہونے کی اول دلیل تو وہ ہے جو صاحب احکام القرآن ابوبکر جصاص ؒ نے دی ہے کہ یہ شوریٰ کی فطرت کا اقتضاء ہے کہ اہل شوریٰ کی اکثریت کے فیصلہ کو تسلیم کیا جائے اس لئے کہ یہ بات بالکل بے معنی معلوم ہوتی ہے کہ اسلام میں شوریٰ کا حکم تو اس شدومد سے دیا جائے اور مقصود صرف یہ ہو کہ چند لوگوں کو شریک مشورہ کرکے ذرا ان کی دلداری اور عزت افزائی کر دی جائے خلیفہ کے لئے ان کے مشورہ کی پابندی ضروری نہ ہو۔ صاحب احکام القرآن کے نزدیک یہ شکل لوگوں کی دلداری اور عزت افزائی کی نہیں بلکہ الٹی ان کی دل شکنی اور توہین کے

مترادف ہے۔

دوسری دلیل اس کی یہ ہے کہ ایک شخص کے مقابل میں ایک جماعت کی رائے بہرحال اپنے اندر صحت و اصابت کے زیادہ امکانات رکھتی ہے اس وجہ سے کہ عقل و فطرت کا تقاضا یہی ہے کہ خلیفہ اپنی تنہا رائے کے مقابل میں یا اپنے چند ہم خیالوں کی رائے کے مقابل میں اکثریت کی رائے کو رد نہ کرے آخر ایک اجتہادی یا مصلحتی معاملہ میں اسکو یہ علم کس طرح ہوا کہ اسکی رائے صحیح اور دوسروں کی رائے غلط ہے صحت اور غلطی کا امکان دونوں طرف ہے۔ لیکن صحت کا غالب امکان اس طرف ہے جدھر اکثریت ہے چنانچہ اس بنیاد پر فرد کے مقابل میں جمہور کے مسلک اور انفرادی اجتہاد کے مقابل اجماع کو شریعت میں ترجیح دی گئی ہے۔

اس کی تیسری دلیل یہ ہے کہ خلفائے راشدین کے زمانہ کی ایک مثال بھی ہمارے سامنے ایسی نہیں ہے جس سے یہ ثابت کیا جاسکے کہ انہوں نے کسی قابل مشورہ امر میں لوگوں سے مشورہ کیا ہو اور پھر ان کے متفق علیہ یا ان کی اکثریت کی رائے کے خلاف قدم اٹھایا ہو۔ خلفائے راشدینؓ تو درکنار خود حضور نبی کریم ﷺ کے متعلق پورے وثوق کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ آپ نے بھی جس معاملہ میں لوگوں سے مشورہ لیا اس میں اکثریت کے فیصلہ کے مطابق ہی عمل کیا کوئی ایک مثال بھی اس کی خلاف ورزی کی حضور سے منقول نہیں ہے حالانکہ حضور ﷺ نہ تو کسی معاملہ میں لوگوں کے مشورہ کے محتاج تھے اور نہ کسی مشورہ کی پابندی آپ کے لئے لازمی قرار دی جاسکتی تھی۔

صرف حضرت ابوبکرؓ کی زندگی کے دو واقعے ایسے پیش کئے جاتے ہیں جن سے بعض حضرات یہ استدلال کرتے ہیں کہ امیر تنہا اپنی رائے کے ذریعہ سے اہل شوریٰ کے متفقہ فیصلہ یا ان کی اکثریت کی رائے کو رد (Veto) کر سکتا ہے۔ ایک حضرت ابوبکرؓ کا موقف مانعین زکوٰۃ سے جنگ کے معاملہ میں، دوسرا لشکر اسامہ کی روانگی کے معاملہ میں ان دونوں مواقع پر حضرت ابوبکرؓ نے جو موقف اختیار کیا اس کو عام طور پر غلط سمجھا گیا ہے اس وجہ سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اختصار کے ساتھ ان کے موقف کی وضاحت کردی جائے۔ پہلے مانعین زکوٰۃ کے معاملہ کو لیجئے۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد عرب کے جو قبائل مرتد ہوگئے تھے ان میں ایک گروہ ان

لوگوں کا بھی تھا جو کہتے تھے ہم نماز تو پڑھیں گے لیکن زکوٰۃ نہیں ادا کریں گے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو بزور شمشیر ادائیگی زکوٰۃ پر مجبور کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ معاملہ ان کے نزدیک شریعت کے ان واضح اور مخصوص مسائل میں سے تھا جن کے بارے میں دو رائیں نہیں ہوسکتی تھیں۔ اس وجہ سے اس میں انہوں نے شوریٰ سے مشورہ حاصل کرنے کا اپنے کو پابند نہیں سمجھا۔ بلکہ روزہ، نماز، حدود تعزیرات اور اس قسم کے دوسرے مسائل کی طرح اس میں بحیثیت خلیفہ کے اپنی ذمہ داری خدا کے قانون کی تنفیذ سمجھی۔ چنانچہ انہوں نے اس نقطہ نظر کے مطابق یہ فیصلہ کرلیا کہ اگر یہ اسلامی بیت المال کو زکوٰۃ ادا نہ کریں تو ان کو طاقت کے زور سے اطاعت پر مجبور کیا جائے۔ جب لوگوں کو ان کے اس فیصلے کا علم ہوا تو کچھ لوگوں نے ان سے کہا کہ ابھی اسلام کا معاملہ نیا نیا ہے مخالفین کی تعداد زیادہ ہے اور ہم تھوڑے ہیں بیک وقت سارے عرب کا مقابلہ مشکل ہوگا اس وجہ سے بہتر ہوگا کہ یہ لوگ اگر نماز کا اقرار کرتے ہیں تو صرف زکوٰۃ کے لئے ان سے جنگ نہ کی جائے بلکہ جس حد تک بھی یہ دین کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہیں اس پر قناعت کرلی جائے۔ ان لوگوں نے اپنے نقطہ نظر کی تائید میں ایک حدیث بھی پیش کی۔ کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ فاذا قالوھا عصموا منی دماءھم واموالھم الا بحقھا وحسابھم علی اللہ مجھے یہ حکم ملا ہے کہ میں ان لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ لاالہ الا اللہ کا اقرار کریں جب وہ اس کا اقرار کرلیں گے تو ان کی جانیں اور ان کے مال میری طرف سے محفوظ ہوجائیں گے۔ مگر اس کلمہ کے کسی حق کے تحت اور انکے باطن کا محاسبہ اللہ کے ذمے ہے حضرت ابوبکرؓ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ زکوٰۃ تو اس کلمہ کے حقوق میں شامل ہے اس وجہ سے ان لوگوں سے جنگ ناگزیر ہے جب لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنے فیصلہ پر عازم پایا تو حضرت عمرؓ سے درخواست کی کہ وہ اس معاملہ میں حضرت ابوبکرؓ سے گفتگو کریں جب حضرت عمرؓ نے گفتگو کی تو حضرت ابوبکرؓ نے ان کے سامنے اوپر والی حدیث کی وضاحت ایک دوسری حدیث کی روشنی میں کی کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ امرت ان اقاتل الناس علی ثلاث شھادۃ

ان لا الہ الا اللہ و اقام الصلوۃ و ایتاء الزکوۃ مجھے حکم ملا ہے کہ میں تین چیزوں پر لوگوں سے جنگ کروں کلمہ لا الہ الا اللہ کی شہادت پر نماز قائم کرنے پر اور زکوٰۃ کی ادائیگی پر، بس اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس سے کم پر قناعت نہیں کروں گا۔ اگر یہ لوگ اس زکوٰۃ سے ایک رسی بھی روکیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

ادا کرتے رہے ہیں تو میں اس کے لئے بھی ان سے جنگ کرتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ جو بہترین فیصلہ کرنے والے ہیں میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دیں۔ اگر میں ان لوگوں سے جنگ کرنے کے لئے کسی کو بھی نہ پاؤں گا تو ان سے تنہا جنگ کروں گا۔

ان کی اس وضاحت اور اس عزم بالجزم کے اظہار کے بعد لوگ مطمئن ہو گئے۔ بالآخر انہوں نے مانعین زکوٰۃ پر فوج کشی کی اور ان کو بیت المال کی زکوٰۃ ادا کرنے پر مجبور کر دیا۔ لوگوں نے ان کے اس اقدام کو اس قدر پسند کیا کہ ابو رجاء عطاردی بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ لوگ جمع ہیں اور حضرت عمرؓ حضرت ابو بکرؓ کا سر بار بار چومتے ہیں اور فرماتے ہیں آپ پر قربان جاؤں اگر آپؓ نہ ہوتے تو ہم تو تباہ ہو گئے ہوتے۔ (یہ پوری تفصیل الامامہ والسیاسیہ ج ا صفحہ ۱۷ پر موجود ہے) (اسلامی ریاست صفحہ ۳۳ تا ۳۶)

اسی طرح لشکر اسامہ کا معاملہ ہے کہ اس کی ساری تیاریاں حضور ﷺ کے حکم سے حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی ہو چکی تھیں۔ اس کے لئے اشخاص بھی حضور ﷺ کے منتخب کردہ تھے۔ اس کے لئے جھنڈا بھی خود حضور ﷺ نے باندھا تھا۔ یہاں تک کہ اگر حضور ﷺ کی علالت نے تشویش انگیز شکل نہ اختیار کر لی ہوتی تو یہ لشکر روانہ ہو چکا ہوتا۔ اس دوران میں حضور ﷺ کا وصال ہو گیا اور حضور ﷺ کے بعد ابو بکرؓ خلیفہ ہوئے۔ انہوں نے خلیفہ ہونے کے بعد قدرتی طور پر اپنی سب سے بڑی ذمہ داری یہ سمجھی کہ حضور ﷺ جس لشکر کے بھیجنے کی ساری تیاریاں اپنے سامنے کر چکے تھے اور جس کے جلد سے جلد بھیجنے کے دل سے آرزومند تھے اس لشکر کو اس کی پیش نظر مہم پر روانہ کر دیں۔ بحیثیت خلیفہ رسول کے ان کی سب سے بڑی ذمہ داری اور ان کے لئے سب سے بڑی سعادت اس وقت

کوئی ہو سکتی تھی تو بلا ریب یہی ہو سکتی تھی کہ وہ پیغمبر ﷺ کے منشا کو پورا کر دیں۔ اس کام کے لئے وہ شوریٰ سے کسی مشورہ کے محتاج نہ تھے کیونکہ اس لشکر کے بھیجنے کے فیصلہ سے متعلق سارے امور خود حضور ﷺ کے سامنے بلکہ آپ کے حکم سے طے پا چکے تھے۔ پیغمبر ﷺ کے خلیفہ کی حیثیت سے ان کا کام پیغمبر ﷺ کے فیصلہ کو نافذ کرنا تھا نہ کہ اس کو بدل دینا۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے جب وقت کے مخصوص حالات کی بناء پر اس لشکر کی روانگی کو خلاف مصلحت قرار دیا تو انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ جس جھنڈے کو رسول اللہ ﷺ نے باندھا ہے میں اس کو کھولنے کے لئے تیار نہیں۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بہر حال یہ دونوں واقعے کسی طرح بھی اس بات کی دلیل نہیں بن سکتے کہ خلیفہ کو شوریٰ کے فیصلے رد کر دینے کا حق ہے یہ اگر دلیل ہیں تو اس بات کی دلیل ہیں کہ خدا اور رسول کے قطعی اور واضح احکام کی تنفیذ کے معاملہ میں خلیفہ شوریٰ سے مشورہ حاصل کرنے کا پابند نہیں ہے بلکہ اس کی ذمہ داری صرف ان احکام کی تنفیذ ہے۔ (اسلامی ریاست ۴۷)

بقیہ صـ ۳۱

ہونا ثواب کو دو چند کر دیتا ہے۔ لیکن جب مسجد میں پہلے آنے والے حضرات موجود ہوں اور خطیب کے قریب جگہ موجود بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر امام کا قرب حاصل کرنا ثواب کی بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کا باعث ہو گا۔ اب آدمی یہ شعور قوی کر لے کہ وہ جنت کے باغات میں اور روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین جگہ حاضر ہو چکا ہے۔ اپنے خیالات پاکیزہ رکھے۔ ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔ فضول بحث و نظر سے اجتناب کرے اور یقین رکھے کہ اب وہ گویا نماز ہی میں مشغول ہے آپ نے فرمایا۔

عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال احدکم فی صلاۃ مادام ینتظرھا لا تزال الملائکۃ تصلی علی احدکم مادام فی المسجد اللھم اغفرلہ اللھم ارحمہ مالم یحدث (ترمذی ۱۵۱/۲)

نماز کا انتظار کرنے والا شخص نماز ہی میں ہے اور مسجد میں حاضر شخص پر فرشتے مغفرت اور رحمت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ بے وضو نہ ہو جائے۔